تدوینیاتِ حافظ شیرانی

ندیم اکبر
فرتاش سیّد

Abstract:

Old discovered manuscript which has literary and historical importance, when arranged according to will of Author is called editing. There are some principles to edit a text according to the Author's will and any editor who follows those rules can edit a text. "A Text is basically a document written in a language known more or less to the inquirer and assumed to have a meaning which has been or can be ascertained." Hafiz Mahmood Sherani is a well-known for his theory of "Urdu in Punjab". He established the tradition of Urdu Editing. During his stay in Europe, He edited Henry Stub book "An account of rise and progress Mehometanism with the life of Mohomet and a vindication of Him and His religion from the coloumnies of Christians". He also edited "Majmooa Nagaz and Khaliq Bari." This article titled as "Tadweenyat-e-Hafiz Sherani" sheds light on some dimensions of Hafiz Sherani's editing and research.

حافظ محمود شیرانی کا شمار مولوی عبدالحق کے معاصرین میں ہوتا ہے اور مولوی عبدالحق کی طرح حافظ شیرانی بھی تحقیق و تدوین کے حوالے سے اُردو زبان و ادب کے افق پر تابناک ستارے کی مانند موجود ہیں۔ انہیں زیادہ شہرت ان کے ''پنجاب میں اُردو'' کے نظریے کی بدولت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ شیرانی کا شمار زیادہ تر محققین کے زمرے میں ہوتا رہا ہے اور عام طور پر انہیں مدرسۃ التحقیق کا معلم اوّل تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ان کی تحقیقی خدمات کے تدوین پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے اور ان کی بدولت اُردو میں تدوین کی روایت بھی مستحکم ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے کثیر سرمائے سے بہت سی نادر کتب کا ذخیرہ اکٹھا کر لیا تھا جس کا مقصد تحقیق و تدوین کے سوا کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر سید عبداللہ ایک جگہ پر لکھتے ہیں:

> ''مولوی خدا بخش خاں کے بعد پروفیسر شیرانی شاید دوسرے بزرگ تھے جنہوں نے باوجود سرمائے کی کمی کے عربی، فارسی، اُردو کی نادر قلمی کتابوں کو جمع کیا اور اس میں وہ کامیابی حاصل کی

جو ایک لحاظ سے مولوی خدا بخش خاں کو بھی نصیب نہیں ہوئی ہوگی یعنی کتابوں کی تلاش اور جمع آوری اس غرض سے کہ اس سے ادب اور تاریخ کی گم شدہ کڑیاں دستیاب ہوں اور وہ خلا جو انسانی معلومات میں پائے جاتے ہیں، پُر ہوتے جائیں۔''[۱]

خود حافظ محمود شیرانی نے مولوی محمد شفیع کو ایک خط میں لکھا تھا کہ ان کے پاس اکثر کتب فارسی کی ہیں اور فارسی کی ورکنگ لائبریری کا مقصد ادا کرتی ہیں۔ان کتب میں ناقص اور مکمل دونوں طرح کی کتب موجود ہیں جو انہوں نے ایک ہندوستانی علم پرست کے نقطہ نظر سے جمع کی ہیں۔ان کی مدد سے انہوں نے ہندوستانی تالیفات اور قدیم ہندوستانی خط پر ایک خاص نگاہ رکھی ہے۔[۲]

حافظ محمود شیرانی کو اُردو تدوین کی حشیتِ اوّل تو نہیں کہا جا سکتا لیکن تدوین کی بنیاد کا اہم جز و ضرور کہا جا سکتا ہے۔انہوں نے تدوین و ترتیب متن کے حوالے سے بہت تھوڑا کام کیا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ادبی تحقیق کا آغاز حافظ محمود شیرانی سے ہوتا ہے جیسا کہ مظہر محمود شیرانی لکھتے ہیں:

''ہمارے ہاں صحیح ادبی تحقیق کا آغاز حافظ محمود شیرانی نے کیا اور تدوین بالخصوص تنقید متن، تحقیق متن اور تاریخ متن کے شعبوں پر کام کے بہترین عملی نمونے بھی انہی نے پیش کیے۔''[۳]

تاہم یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حافظ محمود شیرانی نے تدوین کے بعض شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام ضرور دیے ہیں لیکن انہوں نے ''مجموعہ نغز'' اور ''خالق باری'' کے سوا کوئی مکمل تدوینی منصوبہ پیش نہیں کیا۔انہوں نے کئی مدون شدہ نسخوں کی قدر و قیمت کا صحیح صحیح ادراک ضرور کیا لیکن تدوین متن کا مکمل فریضہ انجام دینے کی کوشش نہیں کی حالانکہ وہ نہ صرف اس امر کے اہل تھے بلکہ اپنے تمام ہم عصروں پر فوقیت بھی رکھتے تھے۔ان میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں جو ایک محقق متن کی ذات کا حصہ ہوتی ہیں یا ہونا ضروری ہیں۔انہوں نے صرف اُردو، عربی اور فارسی ادب کا ہی غائر مطالعہ نہیں کر رکھا تھا بلکہ ایران، خراسان، ماوراء النہر اور ہندوستان کی سیاسی، سماجی اور مذہبی تاریخ کا بسیط اور عمیق مطالعہ کر رکھا تھا۔ان کا قیامِ یورپ بھی ان کی تحقیقی روح کے چین کے لیے بہت مفید ثابت ہوا اور انہوں نے وہاں کتب کے گراں بہا مجموعے سے بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی تشنگی کا سامان کیا۔اگر یہ کہا جائے کہ تحقیق و تدوین کا مادہ اُن کے قیامِ یورپ کی دین ہے تو بے جا نہ ہوگا۔اس کا اہم ثبوت ہنری سٹب (Henry Stubb) کی تصنیف کی تدوین ہے جو ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آئی۔اس کتاب کا مکمل نام An Account of Rise & Progress Mahometanism With The Life of Mahomet and A Vindication of Him & His Religion from the Columnies of The Christians تھا جس کا قلمی نسخہ حافظ محمود شیرانی نے ۱۹۰۷ء میں خرید کیا تھا[۴] بعد ازاں انہیں اس تصنیف کے تین مزید نسخے برٹش انڈیا میوزیم سے دستیاب ہوئے جن پر عرق ریز محنت کرتے ہوئے انہوں نے مذکورہ تالیف کو زیورِ طبع سے آراستہ

کیا۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ تنقید، تقابل، تحقیق اور تدوین کے لیے جس عرق ریزی، محنت اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ حافظ شیرانی نے کسب کر لی تھی جس سے کسی بھی متن کی گہرائی تک پہنچنا ممکن ہوتا ہے اور نتائج کشید کرنے کا عمل نہ صرف تکمیل پذیر ہوتا ہے بلکہ درجہ استناد کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے محمد انصار اللہ کا یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے:

> ''اُردو میں قدیم متون کے تحقیقی مطالعے کے بعد مدلل طور پر قطعی نتائج تک پہنچنے کی جن علما نے شعور کوشش کی اور اپنی ساری عمر اس کوشش میں صرف کر دی، ان میں حافظ محمود شیرانی کا نام سر فہرست ہے۔''[۵]

حافظ محمود شیرانی کا تدوینی کام زیادہ تر نصابی ضروریات کی تکمیل کے لیے تھا جس کی وجہ سے انہیں خاص پذیرائی نہیں مل سکی۔ تاہم اس کام کو دیکھ کر ان کی بطور مدون کاوشوں کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے نظیری کی غزلیات کے ساتھ ساتھ انوری اور خاقانی کے قصائد کو بھی مدون کیا۔ جن دنوں وہ اورینٹل کالج، لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے، تب نظیری کی غزلیات ایم۔ اے فارسی کے نصاب میں شامل تھیں۔ تاہم کوئی مستند نسخہ دستیاب نہ تھا جس کی بنا پر وہ ان غزلیات کی تدریس میں سہولت محسوس کرتے۔ چونکہ انہیں صحت متن کی اہمیت کا کماحقہٗ احساس تھا، اس لیے وہ عملاً اس پر زور بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس امر کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہ محض چند غزلیات کی تدریس مقصود ہے، جس پر زبانی کلامی بھی طلباء کو سمجھایا جا سکتا ہے، انتہائی جانکاہی، محنت اور جانفشانی سے اپنے پاس موجود نظیری کے ناقص نسخہ، ایک پرانی بیاض اور لغات میں موجود نظیری کے اشعار سے مدد لے کر نصاب میں موجود نظیری کی غزلیات کی تدوین کا فریضہ انجام دیا۔ ایسی ہی دقتوں کا سامنا کرتے ہوئے انہوں نے نصاب میں موجود انوری اور خاقانی کے قصائد کی تدوین بھی کر ڈالی۔

حافظ محمود شیرانی کے تحقیقی کام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوگی کہ ان کی تحقیق کا بڑا حصہ تدوین متن سے ہی متعلق ہے۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جو تدوین کے تمام مراحل سے گزر کر مکمل صورت میں منظر عام پر آتی ہیں جن میں ''مجموعہ نغز'' اور ''خالق باری'' شامل ہیں لیکن ان کا بیشتر کام تدوین کے انفرادی شعبوں سے متعلق ہے۔ ''مجموعہ نغز'' کی تدوینی خدمات کا پہلا مکمل سنگ میل ہے جو ۱۹۳۳ء میں اس وقت منظر عام پر آیا جب شیرانی پنجاب یونیورسٹی میں لیکچرر کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ حکیم قدرت اللہ قاسم کا تحریر کردہ یہ تذکرہ مرور زمانہ کا شکار ہو کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل تھا۔ حصہ اول میں الف تا ع شعرا کرام کے حالات و کمالات کا تذکرہ ہے۔ جب کہ حصہ دوم میں ع تا ی شعرا کرام کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد تکملہ کے طور پر بھی کئی شعرا کا ذکر الفبائی ترتیب سے ہی موجود ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے مطابق ان کے پاس موجود ''مجموعۂ نغز'' کا نسخہ اصل مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اگرچہ وہ اس پر مستند ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہیں لیکن دلائل و براہین کی

مدد سے وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں کہ یہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا حقیقی نسخہ ہے۔ چنانچہ دیباچہ میں وہ تحریر کرتے ہیں:

''نسخہ ہٰذا مصنف کا اصل مسودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس بیان کی تائید میں اگرچہ کوئی تحریری ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں ہے کیونکہ خاتمہ جس سے تاریخ کتابت ونام کاتب ومصنف پر روشنی پڑتی ہے، درج نہیں ہے۔ مگر ایسے آثار اور علامات کافی موجود ہیں جو اس کی کتابت کو مستقلاً مصنف کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسودوں کا عام دستور ہے یہ مخطوطہ بھی جگہ جگہ سے قلمزدہ ہے۔ جملے اور فقرے مختلف مقامات سے کاٹ گئے ہیں اور ان کی بجائے نئے جملے اصلاح شدہ شکل میں لکھے گئے ہیں۔ مصنف نے نظر ثانی کرتے وقت بیشمار موقعوں پر حاشیہ میں نئے اضافے داخل کیے ہیں۔ الفاظ میں حک وترمیم سینکڑوں موقعوں پر نظر آتی ہے۔''[۶]

ایسے ہی کئی دلائل ہیں جن کی مدد سے حافظ محمود شیرانی نے اس امر کی توثیق کی ہے کہ یہ مجموعہ حکیم قدرت اللہ قاسم کے ہاتھ کا لکھا ہوا اور تدوین کی اصطلاح میں یہ مسودہ کہلائے گا کیونکہ مصنف نے اس میں جا بجا حک و اضافہ سے کام لیا ہے۔ اس کی ایک مثال یوں دیباچے ہی سے دی جاسکتی ہے:

''فیاض کے تذکرہ کی عبارت ''از سکنۂ خیر بنیاد حیدر آباد است۔ در مدح ناظم آنجا چیزے گفتہ۔'' اضافے کے بعد یوں بن گئی: ''از سکنۂ خیر بنیاد حیدر آباد کہ بسیار نیک نہاد و بغایت پاکیزہ بنیاد و یار باش وخوش اختلاط نہایت آسودہ معاش ومستحکم ارتباط واقع شدہ است، در مدح ناظم آنجا چیزے گفتہ۔'' ایسی اصلاحیں اور تصرفات مصنف کے سوا کوئی شخص نہیں کر سکتا۔''[۷]

حافظ محمود شیرانی نے بدرجہ اتم مذکورہ قلمی نسخے کی تدوین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے، بہترین طور پر مدون کرنے کی جو سعی فرمائی ہے، اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ حافظ محمود شیرانی نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ''آب حیات'' کا اہم ماخذ ''مجموعہ نغز'' ہے اور اس امر کے لیے ان تمام حالات و واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا اشتراک ''مجموعہ نغز'' اور ''آبِ حیات'' میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حافظ محمود شیرانی چونکہ خود ماہر لسانیات ہیں اور ان کے اس رتبہ میں کوئی کلام نہیں ہے، اس لیے انہوں نے ''مجموعہ نغز'' میں موجود لفظی تصرفات پر اعتراض اٹھاتے ہوئے ان کا درست املا بھی تحریر کیا ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد محض گیارہ ہے لیکن یہ اس لیے باعث حیرت بن جاتا ہے کیونکہ آٹھ سو سے زائد صفحات میں سے انہیں تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایک حرف کو دیکھا اور پرکھا گیا ہے جو بلاشبہ لائق داد وتحسین ہے۔ اس کے باوجود رشید حسن خان حافظ محمود شیرانی پر اعتراض جڑتے جھجکتے نہیں ہیں:

''شیرانی صاحب نے اصول تدوین کی طرف کم توجہ کی ہے۔ متن کی تصحیح کے اصول اور طریق کار

کی تفصیلات ان کے یہاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مجموعہ نغز کا متن انہوں نے مرتب کیا لیکن اس فن میں ان کا وہ درجہ نہیں جو تحقیق میں ہے۔ تدوین کے طالب علم کو اس فن کی تفصیلات کو ان کے یہاں تلاش نہیں کرنا چاہیے۔''۸

یہ حافظ محمود شیرانی کی شخصیت پر ایک کاری ضرب ہے جس میں کھلم کھلا اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ شیرانی کے تدوینی کام کی کوئی اہمیت نہیں ہے یا کم از کم رشید حسن خان کی نظر میں اُن کی وقعت نہیں ہے۔ تاہم مظہر محمود شیرانی نے رشید حسن خان کے اس اعتراض کا مدلل جواب ''مقالاتِ حافظ محمود شیرانی'' کی جلد اول کے باب پنجم میں دیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

''وہ (رشید حسن خان) تدوین کے کام کو محض تصحیح و ترتیب متن یا اس سے آگے بڑھ کر تحشیہ و تعلیقاتِ متن تک محدود رکھتے ہیں جب کہ اس وسیع اور پہلو دار کام کے کچھ اہم شعبے مثلاً تنقید متن، تحقیق متن اور تاریخ متن ان کے نزدیک تدوین کے دائرہ کار سے خارج ہیں۔ اس بات کا شاہد خان صاحب کا وہ بیان بھی ہے جس میں انہوں نے شیرانی صاحب کی مرتبہ ''خالق باری'' کے مقدمے کو تدوین کی بجائے ادبی تحقیق کا حصہ بتایا ہے۔''۹

اس بیان کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ حافظ محمود شیرانی نے ''مجموعہ نغز'' میں نہ صرف متن کو ترتیب دینے کی کوشش کی ہے بلکہ اس متن پر تنقید کرتے ہوئے صحیح اور غلط کی نشان دہی بھی کی ہے۔ گذشتہ سطور میں اس بابت تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں اس لیے رشید حسن خان کا یہ بیان قابلِ قدر اعتراض کا حامل نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح حافظ محمود شیرانی کی مدون کردہ ''خالق باری'' کے بارے میں خود رشید حسن خان کا بیان شاہد ہے کہ وہ اسے تدوین کے زمرے سے نکال کر ادبی تحقیق کے حوالے سے اہم گردانتے ہیں۔ تاہم ''خالق باری'' کو نہ صرف حافظ محمود شیرانی نے مدون کیا ہے بلکہ اس کے بارے میں موجود غلط فہمی کا ازالہ بھی تحقیق و تنقید کی بھٹی میں سے گزار کر کیا ہے۔ انہوں نے مذکورہ کتاب کی تدوین کو دو دیباچوں سے مزین کیا ہے جس کا مقصد وہ خود یوں بیان کرتے ہیں:

''دیباچہ اوّل اس عالم گیر اعتقاد کی تردید ہے کہ خالق باری حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس دیباچے میں راقم نے خالق باری کے متن پر کچھ اعتراض نیز بعض اہل قلم کے روایتی بیانات پر تنقید کی کوشش کی ہے۔ دیباچۂ دوم انجمن ترقی اُردو کے ایک مخطوطے نوشتہ ۱۱۸۷ھ کی سند پر ایک نہایت اہم انکشاف کا مظہر ہے کہ خالق باری جس کا اصل نام ''حفظ اللسان'' ہے بابا اسحٰق قادی (حلوائی) کی فرمایش پر کسی ضیاء الدین خسرو نے (بعہد جہاں گیر) تصنیف کی ہے۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ اس کے مادۂ تاریخ ''نصفِ آخر'' سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ اطلاع خالق باری کے تعلق میں نہایت قیمتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کو غالباً بوجہ اشتراک اسمی یہ

مغالطہ پیش آیا کہ وہ ضیاء الدین خسرو کو امیر خسرو دہلوی سمجھ بیٹھے۔''۱۰

حافظ محمود شیرانی نے کمال تحقیق کرتے ہوئے جہاں ''خالق باری'' کو مدون و مرتب کیا ہے، وہیں دقیق نظری سے اس پر ہونے والے گذشتہ تمام امور کا مطالعہ کر کے سابق محققین کے بیانات کی فرداً فرداً تردید کی ہے۔ اس حوالے سے وہ خانِ آرزو، مولانا محمد حسین آزاد، محمد امین چڑیا کوٹی، پروفیسر مسعود حسن رضوی، ڈاکٹر وحید مرزا کی تحقیق کی مدلل جوابات سے تردید بھی کرتے ہیں۔ محض یہی نہیں، اس تردید سے قبل انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں نصابی کتب کی تاریخ بھی کھنگال ڈالی ہے اور ان تمام امور کو بیان کیا ہے جو نصابی کتاب کی تصنیف کے سلسلے میں پیش آتے رہے ہیں۔ اسی طرح مذکورہ تردید کے بعد ان تصانیف کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو خالق باری کے تتبع میں لکھی گئی ہیں۔ پھر ''خالق باری'' میں وزن کی غلطیوں کا ادراک بھی حافظ محمود شیرانی سے قبل کسی محقق نہیں کیا بلکہ تمام محققین اسے امیر خسرو کی تحریر سمجھتے ہوئے رطب اللسان ہی رہے اور زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہے۔ حافظ محمود شیرانی نے بے شمار دیگر لفظی اور ترجمہ کی اغلاط کی طرف بھی نشان دہی کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امیر خسرو کی تحریر نہیں ہو سکتی۔ حافظ محمود شیرانی نے ان تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں کی فہرست دی ہے جو خالق باری کے انہیں دستیاب ہوئے یا اُن کے علم میں آئے۔ ان نسخوں میں مطبع نولکشور کا ۱۸۸۰ء کا نسخہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی ۱۸۸۱ء میں طبع ہونے والے ایڈیشن کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح جہاں انہوں نے خالق باری کے تتبع میں تحریر کی جانے والی تصانیف کی فہرست پیش کی ہے، وہاں ۱۸۵۹ء میں تحریر ہونے والی شیو دیال سنگھ کی ''خالق باری'' کو شامل نہیں کیا۔ اس تحریر کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اسے انگریزی اور ہندی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ اگرچہ مذکورہ کتاب کا انداز قابل قدر نہیں ہے لیکن کرنال کے سابق ایکسٹرا اسسٹنٹ کے قلم سے نکلنے والی یہ تصنیف نصابی حوالے سے اہمیت کی حامل ضرور تھی۔ اسے انڈین پنچ دہلی نے شائع کیا تھا۔ یہ امور کس طرح حافظ محمود شیرانی کی نظروں سے اوجھل رہ گئے، اس کی بے شمار توجیہات کی جا سکتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حافظ محمود شیرانی خالق باری کی تدوین کر کے اُردو ادب کی ایک قدیم نصابی کتاب کو منظر عام پر لانے کے موجب ہوئے ہیں اور ان کی بدولت ہی ''خالق باری'' اپنے اصل مصنف ضیاء الدین خسرو اور اپنے حقیقی عنوان ''حفظ اللسان'' سے متصل ہوتے ہیں۔

حافظ محمود شیرانی نے تحقیق کے ساتھ ساتھ تدوین کی طرف بھی توجہ دی لیکن تدوین و ترتیب متن کے مکمل نمونے ان کی زیادہ توجہ نہ پا سکے۔ ان کے پاس جس قدر مخطوطات و مسکوکات موجود تھے، اگر وہ ان کی تدوین کی طرف توجہ کرتے تو بلا شبہ اُردو، عربی، فارسی ہی نہیں انگریزی تصانیف کے بہت سے اسرار و رموز بھی کھل سکتے تھے۔ انہوں نے تدوین کو تحقیق سے آشنا کیا اور اُردو میں تدوین کی روایت کو ایسی بنیاد فراہم کی جس کی بدولت اس پر ایک مضبوط عمارت استوار ہوئی۔

حواشی:

۱۔ سیدعبداللہ،ڈاکٹر،’’کتاب خانۂ شیرانی کے نوادر‘‘،مطبوعہ:اورینٹل کالج میگزین (شیرانی نمبر)،لاہور: پنجاب یونیورسٹی،فروری۱۹۴۷ء

۲۔ شیرانی،مظہرمحمود(مرتبہ)،مکاتیب حافظ محمود شیرانی ،(لاہور:مجلس یادگارِحافظ محمود شیرانی،۱۹۸۱ء)ص۲۷۶

۳۔ شیرانی،مظہرمحمود(مرتبہ)،’’مقالاتِ شیرانی‘‘ ،جلداوّل،(لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۶ء) ص۴۸۱

۴۔ ایضاً،ص۵۰۰

۵۔ ایضاً،ص۴۸۱

۶۔ قاسم،میرقدرت اللہ،’’مجموعہ نغز‘‘ (مرتبہ)،حافظ محمودشیرانی،(لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۳۳ء)ص یج

۷۔ ایضاً،ص یو

۸۔ رشیدحسن خان،’’مقالہ شیرانی کی تاریخی اہمیت‘‘،مشمولہ حافظ محمود شیرانی ،پٹنہ،۱۹۸۲ء، ص۳۲

۹۔ شیرانی،مظہرمحمود(مرتبہ)،’’مقالاتِ شیرانی‘‘،جلداوّل،ص۴۸۴

۱۰۔ خسرو،ضیاءالدین،’’حفظ اللسان معروف بہ خالق باری‘‘ ،مرتبہ:پروفیسرحافظ محمودشیرانی، (دہلی:انجمن ترقی اُردو ہند،۱۹۴۴ء)ص۱

مآخذ:

۱۔ خسرو،ضیاءالدین،حفظ اللسان معروف بہ خالق باری،دہلی:انجمن ترقی اُردو ہند،۱۹۴۴ء

۲۔ رشیدحسن خان،’’مقالہ شیرانی کی تاریخی اہمیت‘‘،مشمولہ حافظ محمود شیرانی،پٹنہ،۱۹۸۲ء

۳۔ سیدعبداللہ،ڈاکٹر،’’کتاب خانۂ شیرانی کے نوادر‘‘،مطبوعہ:اورینٹل کالج میگزین (شیرانی نمبر)،لاہور: پنجاب یونیورسٹی،فروری۱۹۴۷ء

۴۔ شیرانی،مظہرمحمود(مرتبہ)،’’مقالاتِ شیرانی‘‘،جلداوّل،لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۶ء

۵۔ شیرانی،مظہرمحمود(مرتبہ)،’’مکاتیب حافظ محمود شیرانی‘‘ ،لاہور:مجلس یادگارِحافظ محمود شیرانی،۱۹۸۱ء

۶۔ قاسم،میرقدرت اللہ،’’مجموعہ نغز‘‘(مرتبہ)،حافظ محمودشیرانی،لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۳۳ء